استنباطِ احکام میں حضرت عائشہؓ کا منہج

(قرآن کریم کی روشنی میں)

Hazrat ‘Āishah (R.A)’s Methodology for derivation of Ahkam (in the light of Holy Quran)

عائشہ صنوبر *

ABSTRACT

In this article an effort has been made to describe Hazrat ‘Āishah (R.A)’s methodology of derivation of Ahkām from Holy Quran. Holy Quran and Sunnah of Holy Prophet (S.A.W) is basic source of Islamic Sharī‘ah.

Hazrat ‘Āishah Siddīqah (R.A) was the wife of the Holy Prophet (S.A.W), and the daughter of Hazrat Abū Bakr (R.A). She spent her time in learning and acquiring knowledge of the two most important sources of Islam, the Qur'an and the Sunnah of His Prophet (S.A.W). Hazrat ‘Āishah (R.A) narrated 2210 Ahādīth out of which 174 Ahādīth are commonly agreed upon by Bukhāri and Muslim.

She was an ardent and zealous student of Islamic jurisprudence. She has not only described Ahādīth and reported her observations of events, but interpreted them for derivation of Ahkām. Umm Al-Mu’minēn Hazrat ‘Āishah (R.A) is a great scholar and interpreter of Islam, providing guidance to even the greatest of the Companions (R.A) of the Holy Prophet Muhammad (S.A.W).

She has not only described Ahādīth and reported her observations of events, but interpreted them for derivation of Ahkām. Whenever necessary, she corrected the views of the greatest of the Companions of the Holy Prophet (S.A.W). It is thus recognized, from the earliest times in Islam, that about one-fourth of Islamic Sharī‘ah is based on reports and interpretations that have come from Hazrat ‘Āishah (R.A). As a teacher she had a clear and persuasive manner of speech. Hazrat ‘Āishah (R.A) is a role model for women. She taught Islam many people. She was an authority on many matters of Islamic Law, especially those concerning women.

Keywords: *Derivation, Ahkām, Hazrat ‘Āishah (R.A), methodology, Holy Quran.*

---

* لیکچرار، شعبہ اسلامک لاء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

موضوع کا تعارف واہمیت:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کو ایک بہترین تقلید کا نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور آپ ﷺ کی اطاعت دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی مطہرہ کے انفرادی و اجتماعی پہلو کو محفوظ رکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی اجتماعی زندگی کے متعلق معلومات کا منبع اور روایات کا ذخیرہ آنے والی نسلوں کو منتقل کیا جب کہ رسول اللہ ﷺ کی خانگی زندگی سے متعلق معلومات کا منبع و مرکز ازواج مطہرات ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد قریباً نصف صدی تک امہات المؤمنین نے علمی خدمات سرانجام دیں۔ ازواج مطہرات میں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی رتبہ بہت بلند ہے اور آپ رضی اللہ عنہا کی علمی خدمات کا دائرہ وسیع بہت ہی ہے، علوم تفسیر، علوم حدیث، فقہ اسلامی کی طرح اصول فقہ میں بھی آپ رضی اللہ عنہا کی خدمات بے مثال ہیں۔

اس مقالہ تحقیق کا موضوع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قرآن کریم سے استنباط احکام میں منہج ہے۔ مقالہ کے پہلے حصہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر تعارف، علمی مقام اور مقالہ کے دوسرے حصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصول استنباط زیر بحث ہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعارف (۶۱۳-۶۷۸ء)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ اور مؤمنین کی ماں، عظیم عالمہ، محدثہ، فقہیہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی تربیت رسول اللہ ﷺ نے کی۔ آپ ﷺ کی تربیت مطہرہ کی برکت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امت کی جید عالمہ تھیں اور علمی میدان میں آپ رضی اللہ عنہا سے فیض یاب ہونے والوں کی تعداد سیکڑوں میں ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے علمی، عملی، اجتماعی، معاشرتی، وعظ و نصیحت اور امت کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت کام کیا۔ (۱)

علمی مقام

اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ذہانت و ذکاوت عطا فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہا کی اعلیٰ صلاحیتوں کو رسول اللہ ﷺ کی تربیت نے جلا بخشی۔ آپ ﷺ کی صحبت بابرکت کا فیض ہے کہ تمام دینی علوم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مہارت حاصل کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے قریباً نصف صدی تعلیم و تدریس کا فریضہ سرانجام دیا اور آپ رضی اللہ عنہا کے حلقۂ درس میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک ہوتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا براہ راست اور خط و کتابت کے ذریعے تعلیم دیتیں تھیں۔

---

(۱) الزرکلی، خیر الدین بن محمود، الأعلام، دار العلم ملائین، ۲۰۰۲ء، ۳/ ۲۴۰

حضرت عروہ بن زبیر مفتیٔ مدینہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی مقام کے بارے میں فرماتے ہیں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحبت میں رہا۔ میں نے کبھی کسی کو کسی آیت، کسی فرض و سنت، کسی شعر، کسی ایام العرب کا علم، کسی حسب و نسب، کسی فیصلے یا طب میں آپ رضی اللہ عنہا سے بڑا عالم یا روایت کرنے والا نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا خالہ جان طب آپ رضی اللہ عنہا نے کہاں سے سیکھی؟ تو فرمایا میں بیمار ہو جاتی تو میرے علاج کے لئے کوئی چیز بیان کی جاتی، کوئی اور بیمار ہو جاتا اور اس کے لئے کوئی دوائی بیان کی جاتی اور میں لوگوں سے سنتی کہ بعض بعض کو دوائی کے بارے میں بتاتے ہیں تو میں اسے زبانی یاد کر لیتی۔ (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وسعت علمی کو امام زہری (۲) نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کا موازنہ تمام عورتوں کے علم سے کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم بڑھ کر ہو گا۔ (۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مسائل کو پوچھنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کیا کرتے تھے۔ جب کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے فیصلہ کن ہوتی تھی۔ جیسا کہ بردہ بن ابی موسی اپنے والد حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آئی پھر ہم نے اس مسئلہ کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو ہم نے اس کا علم ان کے پاس پایا۔ (۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تاحیات دین اسلام کے فروغ و تعلیم و اشاعت میں مشغول رہیں یہاں تک کہ اجل کا پروانہ آگیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منگل کی شب ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ میں رحلت فرمائی اور اسی رات نماز عشاء

---

(۱) الذھبی، احمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، ط ۱، ۱۴۰۵ھ، ۲/ ۱۸؛ الاصبهانی، احمد بن عبد اللہ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۲/ ۴۹، الھیثمی، علی بن ابی بکر بن سلیمان، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، مکتبہ القدوسی، القاہرہ ۱۹۹۴ء، ۹/ ۴۹

(۲) الزہری، محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شھاب، مدینہ کے فقیہ، تابعی اور حفاظ میں شامل ہیں (زرکلی، الاعلام، ۷/ ۹۷)

(۳) الحاکم، محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء، ۴/ ۱۲، حدیث ۶۷۳۴، الذھبی، محمد بن احمد بن عثمان، تاریخ الاسلام و وفیات المشاھیر والاعلام، عہد معاویہ، ۷/ ۲۴۶، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، الھیثمی، ۹/ ۲۴۳

(۴) الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، کتاب المناقب، باب فضل عائشہؓ، حدیث ۳۸۷۹، ۵/ ۷۰۵

کے وتر پڑھنے کے بعد انھیں دفن کر دیا گیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر چھیاسٹھ برس تھی۔ (۱)

شریعت اسلامیہ کا پہلا مأخذ آخری الہامی کتاب قرآن مجید ہے۔ قرآن کامادہ قراء، یقرأ ہے اور قرآن کے لغوی معنی پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ قرآن کریم کی اصطلاحی تعریف ہے کہ وہ کتاب جو اللہ کی طرف سے اس کے رسول محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہوئی اور ہم تک بغیر کسی شک وشبہ کے تواتر کے ساتھ نقل در نقل ہو کر پہنچی ہے۔ (۲)

قرآن پاک کی صفت ہے کہ ہر قسم کے شک سے پاک اور مکمل کتاب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ﴾ (۳)

ترجمہ: اس کتاب میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لئے۔

قرآن پاک تدریجاً نازل ہوا، اور نزول قرآن دو ادوار مکی اور مدنی پر مشتمل ہے۔ (۴)

علامہ الشاطبی (۵) نے اپنی کتاب الموافقات میں قرآن کریم کو بطور مصدر شریعہ ان الفاظ میں متعارف کروایا ہے۔

تحقیق قرآن احکام شریعہ کی بنیادي اصول وکلیات کا تعین کرتا ہے، اور حکمت کا سر چشمہ، اور رسالت کی نشانی، روشنی اور بصیرت ہے۔ اور اللہ تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے، اور اس کے علاوہ راہ نجات نھیں، اور کوئ بھي اس سے متصادم حکم قابل استدلال نہیں ہے۔ (۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا احکام استنباط میں منہج

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فہم قرآن کریم کے علوم پر مہارت تامہ حاصل تھی۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی مسئلہ پیش آتا تو سب سے پہلے قرآن مجید میں دیکھتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے آیات قرآنیہ سے احکام اخذ کیے اور آیات کے مفہوم ومنطوق سے استدلال مختلف طریقوں سے کیا۔ آیات الاحکام کی دو اقسام ہیں۔

---

(۱) ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع، الطبقات الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۸/ ۶۲

(۲) الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، دار الکتب العربی، ط۱، ۱۹۹۹ء، ۱/ ۸۵

(۳) سورۃ البقرہ ۲/ ۲

(۴) الزرکشی، محمد بن عبد اللہ، البرھان فی علوم القرآن، ۱۹۵۷ء، دار احیاء الکتب العربیہ، ۱/ ۱۸۷

(۵) الشاطبی اصل نام ابراہیم بن موسی مالکی ہیں۔ آپ ائمہ مالکیہ میں سے ہیں۔ (الزرکلی، الأعلام، ۳/ ۱۵۲)

(۶) الشاطبی، ابراہیم بن موسی، الموافقات فی اصول الشریعہ، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۳/ ۲۸

۱۔ محکم آیات ۲۔منسوخ آیات

ذیلی سطور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محکم آیات سے طریقِ استنباط کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

۱۔ محکم آیات سے استدلال کے طریقے

محکم آیات سے مراد ایسی آیات جو واضح ہو اور اس میں نسخ کا احتمال نہ ہو یعنی وہ نصوص جو اللہ تعالی نے آخرت اور رسولوں پر ایمان لانے، ظلم کے حرام ہونے اور عدل کے واجب ہونے کے بارے میں نازل کی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محکم آیات سے استنباط **ظاهرة الدلالة** اور **خفی الدلالة** ہونے کے اعتبار سے کیا ہے۔

۱۔ظاهرة الدلالة

ظاهرة الدلالة سے مراد ایسی آیات ہیں جن کے الفاظ واضح، صریح اور حکم ظاہر ہوں۔ جب آیت ظاہرۃ الدلالۃ ہو تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان آیات میں توقف یا تاویل نہ کرتیں اور نہ ہی کسی دوسرے مصدر شریعہ کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ مثلاً حج اور عمرہ میں صفا و مروہ کی سعی کا حکم ہے اس بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَابِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴾[1]

ترجمہ: بے شک (کوہ) صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تو جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے۔ (بلکہ طواف ایک قسم کا نیک کام ہے) اور جو کوئی نیک کام کرے تو خدا قدر شناس اور دانا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں صفا اور مروہ کی سعی کا حکم دیا گیا ہے۔ صفا اور مروہ کی سعی کرنا واجب ہے مستحب ہے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے میں صفا اور مروہ کی سعی کرنا واجب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عروہ η نے دریافت کیا کہ اس آیت مبارکہ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صفا و مروہ کے طواف نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بھتیجے تم صحیح نہیں سمجھے اگر یہ بیان مدّ نظر ہوتا تو أَنْ لاَ يَطَّوَّفَ بِهِمَا کے الفاظ کہے جاتے۔ اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ منات ایک بت تھا اسلام سے پہلے انصار اسے پوجتے تھے اور جو اس کے نام لبیک پکار لیتا وہ صفا و مروہ کے طواف کرنے میں حرج سمجھتا تھا۔ اب بعد از اسلام ان لوگوں نے

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۲/۱۵۸

حضور ﷺ سے صفا و مروہ کے طواف کرنے کے حرج کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت اتری کہ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صفا و مروہ کا طواف کیا اس لئے مسنون ہو گیا اور کسی کو اس کے ترک کرنے کا جواز نہ رہا۔(۱)

ابو طفیل، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صفا و مرویٰ کی سعی سنت ہے اور آپ ﷺ نے صفا و مروہ کی سعی کی ہے۔ اور عاصم الاحول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم صفا و مروہ کی سعی کرتے تھے کہ قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں، اور صفا و مروہ کی سعی کرنا مستحب ہے۔ عطاء η، ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صفا و مروہ کی سعی چاہے تو کرلے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ اسی طرح عطاء η اور مجاہد η کا قول ہے کہ صفا و مروہ کی سعی کی چھوڑنے پر کوئی گناہ نہیں، جبکہ فقہاء امصار، احناف، امام ثوری η اور امام مالک η کے نزدیک صفا و مروہ کی سعی واجب ہے۔(۲)

ب- ظاهرة الدلالة مجتمعة

قرآن کریم میں ایسی مختلف آیات ہیں جن سے انفرادی طور پر مستقل حکم ثابت نہیں ہوتا اور جب ان آیات کو جمع کیا جائے تو حکم ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا احکام کے نزول کی شاہد تھیں اور آیات قرآنیہ سے احکام اخذ کرنے میں خصوصی مہارت رکھنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا مختلف آیات کے شان نزول، اقتضاء کے پیش نظر متفرق آیات کو جمع کر کے احکام کا استنباط کرتی تھیں۔

جیسا کہ یتیمہ سے شادی کے حکم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَاءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِه عَلِيمًا﴾ (۳)

ترجمہ: (اے پیغمبر ﷺ) لوگ تم سے (یتیم) عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ خدا تم کو ان کے (ساتھ نکاح کرنے کے) معاملے میں اجازت دیتا ہے اور جو حکم اس کتاب میں پہلے دیا گیا

---

(۱) البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۹۸۷ء، کتاب التفسیر، باب قولہ إن الصفا والمروۃ من شعائر اللہ، حدیث:۴۴۹۵، ۶/۲۳

(۲) الجصاص، أحمد بن علی أبو بکر، أحکام القرآن، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ۱۹۹۴ء، ۱/۱۱۶

(۳) سورۃ النساء: ۴/ ۱۲۷

ہے وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم ان کا حق تو دیتے نہیں اور خواہش رکھتے ہو کہ ان کے ساتھ نکاح کرلو اور (نیز) بیچارے بیکس بچوں کے بارے میں۔ اور یہ (بھی حکم دیتا ہے) کہ یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو۔ اور جو بھلائی تم کروگے خدا اس کو جانتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان آیات کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس سے مراد (یتیمہ کے ساتھ مہر اور ازدواجی معاملات میں انصاف کرنا ہے آپ رضی اللہ عنہا اپنے مؤقف کا استدلال قرآن کریم سے کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے:[1]

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ﴾[2]

ترجمہ: اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے انصاف نہ کرسکوگے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ان سے نکاح کرلو۔

اسی آیت مبارکہ کے بارے میں حضرت عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا اے میرے بھانجے یہ آیت اس یتیم لڑکی کے متعلق ہے جو اپنے سرپرست کی نگرانی میں ہو اور اس کے مال میں شریک ہو، اس کا ولی اس کے مال اور خوبصورتی پر فریفتہ ہو کر چاہے کہ اس سے شادی کرلے لیکن مہر میں انصاف نہ کرے، اس طور پر کہ اس کو اتنا مہر نہ دے جتنا اس کو دوسرا دیتا، چنانچہ انہیں اس سے منع کیا گیا کہ ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کریں مگر یہ کہ ان کے ساتھ انصاف کریں (تو ان کے ساتھ نکاح کرسکتے ہیں) اور ان کی شان کے مطابق انہیں مہر دیں اور انہیں حکم دیا گیا کہ ان عورتوں کے سوا جن سے چاہیں نکاح کریں۔[3]

درج بالا نصوص سے تصریح ہوتی ہے کہ زیر کفالت یتیم عورت سے نکاح کی صورت مرد پر مہر اور حقوق کی ادائیگی اسی طرح لازم ہے جیسا کہ عام عورت سے نکاح کی صورت میں لازم ہیں اور اگر یہ خدشہ ہو کہ یتیمہ سے نکاح کے بعد حقوق کی بجاآوری میں کوتاہی ہوگی تو پھر نکاح نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ج- ظاهرة الدلالة متفرقة

ایسی آیات جن الگ الگ مستقل حکم ثابت ہو تو آپؓ ایک ہی آیت پر اکتفاء نہیں کرتی تھیں بلکہ ہر آیت سے مستقل حکم اخذ کرتی تھیں۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ النساء، حدیث ۴۲۹۷، ۱۶۶۸/۴

(۲) سورۃ النساء: ۳/۴

(۳) صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ النساء، حدیث ۴۲۹۸، ۱۶۶۸/۴

مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دو سال کے بعد حرمت رضاعت کی قائل تھیں، آپ رضی اللہ عنہا نے حرمت رضاعت کی آیت مبارکہ سے عمومی حکم اخذ کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿أُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾ (۱)

ترجمہ: تمہاری رضاعی والدہ اور تمہاری رضاعی بہنیں تم پر حرام ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں رضاعی رشتوں کی حرمت کا مطلق حکم ہے۔ جب کہ مدّت رضاعت کے بارے میں ایک دوسری آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ (۲)

ترجمہ: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حرمت رضاعت کے حکم کو مدّت رضاعت کے حکم سے خاص نہیں کیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہا رضاعت کبیر اور تعدّد رضاعت کی قائل تھیں (۳) جیسا کہ درج ذیل روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

نافع سے روایت ہے کہ ان کو سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ انہیں (سالم بن عبد اللہ کو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہن حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر کے پاس بھیجا کہ انہیں دودھ پلائیں۔ چنانچہ حضرت ام کلثوم نے ان کو تین بار دودھ پلایا، اس کے بعد وہ بیمار ہو گئیں اور مزید دودھ نہ پلانے کی وجہ سے میرا رضاعی رشتہ قائم نہیں ہوا اور اس لئے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ مجھے دس مرتبہ دودھ نہیں پلایا گیا۔ (۴)

د۔ بظاہر متعارض آیات

قرآن کریم کی بظاہر متعارض آیات کا درست فہم، گہرے مطالعہ اور زیرک نظر کا متقاضی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نزول احکام قرآن کی عینی شاہد تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا نے معلم انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کے احکام کو سمجھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرآنی احکام کی باریکیوں، احکام کے شان نزول سے بخوبی آگاہ تھیں۔ حضرت

---

(۱) سورۃ النساء: ۴/ ۲۳

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲/۲۳۳

(۳) سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب لا تحرم المصۃ ولا المصتان، حدیث ۱۱۵۰، ۳/ ۴۵۵

(۴) البیہقی، احمد بن حسین، سنن الکبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء، کتاب الرضاع، باب من قال لا یحرم من الرضاع، حدیث ۱۵۴۱۶، ۷/ ۷۵۲

عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن پاک ہر قسم کے تعارض سے پاک ہے اور بظاہر تعارض کی صورت میں آپ تطبیق کا طریقہ اختیار فرماتی تھیں۔

رؤیت باری تعالیٰ سے متعلق آیات میں تعارض نظر آتا ہے ان آیات کی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نقطہء نظر اس سلسلے میں مدلّل انداز تطبیق کی عمدہ مثال ہے۔

مسروق η سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا ہوا تھا پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے اباعائشہ (مسروق η کی کنیت) جو شخص یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو گویا اس نے اللہ کے بارے میں بہت بڑا جھوٹ بولا، مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور کہا کہ ام المؤمنین آپ رضی اللہ عنہا توقف کیجئے اور جلدی نہ کیجئے۔ کیا اللہ عزوجل نے قرآن میں یہ ارشاد نہیں فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴾ (۱)

ترجمہ: بے شک انہوں نے اس (فرشتے) کو (آسمان کے کھلے کنارے یعنی) مشرقی کنارے پر دیکھا ہے۔

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ (۲)

ترجمہ: اور انہوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس امت میں سب سے پہلے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آیات کے بارے میں سوال کیا پس آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بے شک وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے، اور میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو صرف دو مرتبہ اپنی اصل حالت میں دیکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے زمین تک پھیلے ہوئے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (۳)

ترجمہ: (وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے۔ اور وہ بھید جاننے والا خبر دار ہے۔

---

(۱) سورۃ التکویر: ۸۱/ ۲۳

(۲) سورۃ النجم: ۵۳/ ۱۳

(۳) سورۃ الانعام: ۶/ ۱۰۳

اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِه مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّه عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴾[۱]

ترجمہ: اور کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں کہ خدا اس سے بات کرے مگر الہام (کے ذریعے) سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے القا کرے بیشک وہ عالی رتبہ (اور) حکمت والا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کی تائید درج ذیل حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ قال:لَوْ أَنَّ الْجِنَّ وَالإِنْسَ وَالشَّيَاطِينَ وَالْمَلائِكَةَ مُنْذُ خُلِقُوا إِلَى أَنْ فَنَوْا صَفُّوا صَفًّا وَاحِدًا مَا أَحَاطُوا بِاللَّهِ أَبَدًا))[۲]

ترجمہ: (وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے۔ اور بے شک جن و انس، شیاطین اور فرشتے تمام مخلوقات جب سے پیدا کی گئیں ہیں یہاں تک کہ ایک ایک کر کے فنا ہو جائیں لیکن اللہ کا احاطہ کبھی نہیں کر سکتیں۔

رؤیت باری تعالیٰ کی درج بالا آیات مبارکہ عمومی نفی کر رہی ہیں[۳] اور ان سے استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فقہی بصیرت پر دلیل ہے۔

ر۔ خفی الدلالۃ

خفی ایسا کلام جس کے معنیٰ اور مراد کسی عارض کے سبب پوشیدہ ہوں اور بغیر سوچ اور تامّل کے سمجھ نہ آ سکیں خفی صیغہ کے اعتبار سے خفی نہیں ہوتا بلکہ کسی مانع کی وجہ سے اس کے معنی خفی ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایسی آیات مبارکہ ہیں جن سے ظاہرۃ الدلالۃ کی طرح احکام استنباط نہیں کئے جاتے کیونکہ ان آیات مبارکہ میں حکم کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ خفی الدلالۃ آیات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے درج ذیل دو طریقوں سے استنباط کیا۔

---

(۱) سورۃ الشوریٰ:۴۲/ ۵۱

(۲) ابن ابی حاتم، عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن المنذر، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ نزار مصطفی الباز، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ۱۴۱۹ھ، ۴/ ۱۳۶۳، ۷۳۲۷

(۳) الرازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ۱/ ۹۹

ھ۔ تاویل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خفی الدلالۃ آیات میں مبارکہ میں تاویل کرتی تھیں جیسا کہ بیوہ کے لئے عدّت کا حکم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿والَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (۱)

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ اور جب (یہ) عدت پوری کر چکیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (یعنی نکاح) کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ اور خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

اس آیت مبارکہ میں بیوہ کی عدّت چار مہینے اور دس دن مقرر کی گئی ہے جب کہ عدّت گزارنے کے لئے مکان کا تعین نہیں کیا گیا اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تاویل کی ہے کہ بیوہ اپنے شوہر کے گھر یا کسی بھی دوسرے مقام پر عدّت کی مدت گزار سکتی ہے۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فتویٰ دیا کہ بیوہ عدّت کسی بھی مقام پر گزار سکتی ہے۔ اس فتویٰ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل بھی ہے آپؓ اپنی بہن ام کلثوم (جو ایام عدت تھیں) کے ہمراہ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ گئیں۔ (۲)

و۔ تعلیل

تعلیل سے مراد احکام کی علّت بیان کرنا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ علّت کی بنیاد پر ایسے دوسرے واقعات پر اس حکم کا اطلاق کیا جائے۔ جیسا کہ ایلاء کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ﴾ (۳)

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنی عورتوں کے پاس جانے سے قسم کھالیں ان کو چار مہینے تک انتظار کرنا چاہیئے۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲/ ۲۳۴

(۲) الصنعانی، عبد الرزاق بن ہمام، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی- الھند، ۱۴۰۳ء، کتاب الطلاق، باب أین تعتد المتوفی عنھا، حدیث ۱۲۰۵۴، ۷/ ۲۹

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲/ ۲۲۶

اس آیت مبارکہ میں ایلاء کی مدّت چار ماہ مقرر کی گئی ہے۔ ایلاء کی مدّت گزرنے پر طلاق واقع ہو گی یا نہیں اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے یہ ہے کہ ایلاء کی مدّت پوری ہونے کے بعد طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ شوہر کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ چاہے تو اپنی بیوی کو روک لے اور چاہے تو طلاق دے دے اور آپ نے اس حکم کی تعلیل اس آیت مبارکہ سے کی ہے [2]

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ [3]

ترجمہ: طلاق (صرف) دوبارہے (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر (عورتوں کو) یاتوبطریق شائستہ (نکاح میں) رہنے دینا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

ز۔ آیات سے عمومی حکم لینا اخذ کرنا

جب قرآن پاک کی آیات مبارکہ عمومی حکم پر دلالت کرے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان آیات مبارکہ سے عمومی حکم اخذ کرتی تھیں۔

جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ﴾ [4]

ترجمہ: اے پیغمبر (مسلمانوں سے کہہ دو کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔ اور خدا سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرو۔ (نہ تو تم ہی) ان کو (ایام عدت میں) ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ (خود ہی) نکلیں۔ ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیئے)۔

---

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب چار مہینے گزر جائیں تو اسے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ طلاق دے دے اور طلاق اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک طلاق دی نہ جائے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابو درداء اور حضرت عائشہ اور بارہ دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم سے بھی ایسا منقول ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالی { لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ) ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ بلا جماع چار ماہ گزرنے کے طلاق ہو جائے گی حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور تابعین سے بھی یہی مروی ہے تفصیل کے لئے دیکھیں تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۹۴

(۲) سنن الکبری، کتاب الإیلاء، باب من قال یوقف المولی بعد تربص أربعة أشهر فإن فاء وإلا طلق، حدیث: ۱۴۹۹۶، ۷/ ۳۷۸،

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲/ ۲۲۹

(۴) سورۃ الطلاق: ۶۵/ ۱

اس آیت مبارکہ سے مطلقہ کے لئے دوران عدّت سکنیٰ (رہائش) کے وجوب کا حکم اخذ ہوتا ہے۔[۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے رہائش، نان نفقہ کا حق حاصل ہے جب تک کہ عدّت کی مدت پوری نہ ہو جائے۔[۲]

ح۔ آیات کے مفہوم سے احکام کا استنباط

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرآن پاک کا گہرا ادراک اور فہم حاصل تھا اور آپ رضی اللہ عنہا قرآن کریم کی آیات میں غور و فکر فرماتی تھیں اور آیات کے الفاظ اور مفہوم سے احکام کا استنباط فرماتی تھیں جیسا کہ درج ذیل روایت سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اللہ کی رحمت ہو بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن (میت) کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیتا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کافر (میت) کا عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اور زیادہ کر دیتا ہے۔[۳] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا۔

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾[۴]

ترجمہ: اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

۲۔ منسوخ آیات

نسخ کے معنی ازالہ کرنا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: بڑھاپے نے جوانی کو زائل کر دیا اور سورج نے سائے کو مٹا دیا۔ اسی طرح نسخ بدل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے باطل قرار دینا)۔ نسخ بمعنی رفع (اٹھالینا) بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ ہوا نے پورا شہر مٹا دیا اور نسخ بمعنی نقل کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے[۵]۔

---

(۱) احکام القرآن، ۵/۳۴۸

(۲) ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، المصنف فی الأحادیث والآثار، مکتبۃ الرشد، الریاض، کتاب الطلاق، حدیث: ۱۲۰۳۶، ۴/۵۵

(۳) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم (یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ) ۱: ۴۳۰

(۴) سورۃ الانعام: ۶/۱۶۴

(۵) ابن حزم، علی بن احمد، الناسخ والمنسوخ فی القرآن الکریم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ۱/۷

﴿ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (۱)

ترجمہ: جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے ہیں

نسخ کا جواز قرآن مجید کی درج ذیل آیات مبارکہ میں ہے:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا ﴾ (۲)

ترجمہ: ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں۔

﴿وَاِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ﴾ (۳)

ترجمہ: اور جب ہم کوئی آیت کسی آیت کی جگہ بدل دیتے ہیں

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نسخ کے ہونے کی خبر دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن کے دوران نسخ کا سلسلہ جاری رہا تھا۔ حضرت عائشہ کی منسوخ آیات کے بارے میں درج ذیل دو رائے ہیں:

ا۔ آیت کا حکم منسوخ ہے اور تلاوت باقی ہے

منسوخ آیات کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رائے ہے کہ ان آیات کا حکم منسوخ ہے جبکہ تلاوت باقی ہے۔ اس کی مثال یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ﴾ (۴)

ترجمہ: اے (محمد ﷺ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات۔ (قیام) آدھی رات (کیا کرو)

درج بالا آیت مبارکہ میں تہجد کی نماز کا حکم دیا گیا ہے جو کہ تہجد کی نماز کے فرض ہونے کی دلیل ہے۔ اس آیت کے حکم کو اسی سورت کی آیت نمبر بیس (۲۰) سے منسوخ کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ (۱)

---

(۱) سورۃ الجاثیہ :۴۵/۲۹

(۲) سورۃ البقرۃ :۲/۱۰۶

(۳) سورۃ النحل : ۱۶/ ۱۰۱

(۴) سورۃ المزمل :۷۳/۱-۳

ترجمہ: تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات قیام کیا کرتے ہو۔ اور خدا تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سورت (المزمل) کے اول حصے میں قیام اللیل فرض ہوا اور سال بھر تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تہجد کی نماز بطور فرضیت کے ادا کرتے رہے یہاں تک کہ قدموں پر ورم آ گیا، بارہ ماہ کے بعد اس سورت کے خاتمہ کی آیتیں اتری اللہ تعالیٰ نے آسانی کا معاملہ کر دیا فرضیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور استحباب کا حکم باقی رکھا گیا۔ اور یہی موقف (اس آیت نے اس سے پہلے کے حکم رات کے قیام کو منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، عکرمہؒ، حسنؒ، قتادہؒ اور سلف کا ہے۔(۲)

ب۔ عدم نسخ

قرآن کریم کی بعض آیات ایسی ہیں جن کے بارے میں اسلاف کی رائے ہے کہ وہ منسوخ الحکم ہیں جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے ہے کہ یہ آیات مبارکہ محکم ہیں اور ان آیات کا حکم باقی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (۳)

ترجمہ: اور جب میراث کی تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دیا کرو۔ اور شیریں کلامی سے پیش آیا کرو۔

اس آیت مبارکہ کے بارے میں بعض اصحاب کا قول ہے کہ اس آیت مبارکہ کا حکم منسوخ ہے۔ جب کہ حضرت عائشہ اس آیت مبارکہ کو محکم کہتی ہیں(۴)۔ حضرت ابن عباس اس آیت مبارکہ کے بارے میں فرمایا۔ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے(۵)۔

---

(۱) سورۃ المزمل: ۷۳/۲۰

(۲) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۸/۲۶۴

(۳) سورۃ النساء: ۴/۸

(۴) سنن الکبری، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی قولہ تعالی (وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى)، حدیث ۱۲۳۳۷، ۶/۲۶۷

(۵) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ النساء، حدیث ۴۳۰۰، ۴/۱۶۶۷

خلاصۂ بحث

اس مقالہ سے حسب ذیل نتائج ثابت ہوتے ہیں:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عظیم فقہیہ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو زبردست قوت حافظہ، ذہانت اور دقیقہ رسی سے نوازا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کی صلاحیتوں کو اپنی تربیت سے مزید نکھار دیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احکام شریعہ وحدیث کی ترویج واشاعت میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قریباً نصف صدی تک ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے علمی خدمات سرانجام دیں۔ قرآن وسنت اور شریعہ احکام سیکھنے کے لئے لوگ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکابر صحابہ فقہاء صحابہ کی طرح حدیث وفقہ، فتاوی، طب، انساب، اشعار کئی علوم میں مرجع کی حیثیت رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اپنے حجرے میں ہوتیں اور لوگ ان سے اپنے مسائل دریافت کرتے جبکہ دور دراز کے شہروں سے خطوط کے ذریعہ مسائل پوچھے جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی حیثیت مسلم تھی، کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوئی مشکل وپیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علوم قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب میں خصوصی مہارت حاصل تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دینی مسائل اور شرعی امور پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا شریعت اسلامیہ کی قانونی باریکیوں سے بخوبی آگاہ تھیں اور نصوص شریعہ پر مہارت تامہ رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا شریعت اسلامیہ کے بنیادی مصدر قرآن کریم کے علوم، اسرار ورموز کی ماہر تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن کریم کے احکام کے شان نزول، اسباب، محکم و متشابہ، تعارض وترجیح، ناسخ و منسوخ کے علم پر مکمل عبور رکھتی تھیں۔

❁ ❁ ❁